تہبند زیب فرماتے تھے، چاہے تہبند کی حیثیت سے ہی ہو، یہ زمانہ حضرت کے عہد شباب کا تھا، دوہرا بدن، دراز قامت، نہایت سرخ و سفید، توند نکلی ہوئی، عینک سونے کی، دو پلیا ٹوپی سر پر، ایک لمبا کرتہ اور تہبند بدن پر، آنکھوں اور چہرہ سے بشری ذہانت برستی ہوئی، گفتگو میں بڑی روانی اور مزاح اور خندہ بھی ساتھ ساتھ، بس یہ تھے اس وقت شیخ الحدیث، درس دیتے تھے مگر تنخواہ کبھی نہ لی، ایک ان کے والد کا کتب خانہ تھا، اسی پر گذر بسر تھی۔

اس کے بعد دہلی، علی گڈھ اور سہارنپور میں بارہا خدمت سامی میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور واما بنعمة ربک فحدث کی تعمیل میں عرض کرتا ہوں کہ ہر مرتبہ جب میں حاضر ہوا حضرت نے میرے ساتھ خصوصی شفقت و محبت کا وہ معاملہ کیا جو میں نے کسی کے ساتھ نہیں دیکھا، معمول یہ تھا کہ حضرت مجمع میں بیٹھے ہوئے ہیں اور میں پہنچ گیا تو اگر فرش پر گاؤ تکیہ سے لگے تشریف فرما ہیں تو فوراً مجھ کو اپنے قریب بلایا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس اور اگر مسہری پر ہوئے تو مسہری پر بٹھا لیا۔ جنوبی افریقہ میں بھی حضرت نے یہی معاملہ کیا، مجھے شرم آتی اور کبھی عرض کرتا کہ حضرت! بڑے بڑے علماء، مفتی اور مشائخ آپ کی مسہری کے اردگرد نیچے فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے برا لگتا ہے، اجازت دیجئے کہ نیچے ہی بیٹھ جاؤں، مگر حضرت میرا ہاتھ پکڑ کر اصرار فرماتے کہ نہیں آپ کا مقام یہ ہے آپ یہیں میرے پاس بیٹھیے" پھر گفتگو نہایت شفقت اور بے تکلفی سے فرماتے جس کو سب سنتے تھے، اسی درمیان میں کوئی بات راز کی فرمانی ہوتی تو مجھ کو اور قریب بلا کر چپکے چپکے کان میں فرماتے، ادھر یہ گفتگو ہوتی اور ساتھ ہی انواع و اقسام کی لذیذ چیزیں فرمائش کر کے طلب کرتے اور باصرار مجھے کھلاتے رہتے۔ اللہ اکبر! ایک فاسق و فاجر میں اور ایسی کرامتیں۔

کئی برس کی بات ہے حضرت بستی نظام الدین اولیاء، نئی دہلی میں قیام پذیر تھے، عصر کے بعد کا وقت تھا۔ میں حاضر ہوا، آپ اس وقت فرش پر گاؤ تکیہ کے سہارے تشریف فرما تھے اور ایک بڑا مجمع سامنے تھا۔ میں مجمع کے قریب پہنچا اور حضرت کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فوراً اپنے خدام کو آپ نے اشارہ کیا اور ان خدام نے بڑی پھرتی سے آپ کو اٹھا کر پیچھے والے کمرہ میں ایک مسہری پر گاؤ تکیہ سے لگا کر بٹھا دیا، اب حضرت نے مجھے بھی اپنے پاس بٹھا لیا، یہاں تنہائی تھی، موقع پا کر میں نے عرض کیا: حضرت! میرا جی آپ سے بیعت کرنے کو چاہتا ہے لیکن بیعت کا مقصد حاصل کرنے کے لیے جو فراغت اور یکسوئی درکار ہے وہ مجھے حاصل نہیں ہے اور کوئی بھی کام محض رسماً کبھی نہیں کرتا" فوراً ارشاد ہوا: "میں آپ کو خوب جانتا ہوں، آپ کو بیعت ہونے کی ضرورت ہرگز نہیں ہے، البتہ اپنے شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف آدھ گھنٹہ مجھ کو دے دیجیے" میں نے اقرار کر لیا اور حضرت نے چند معمولات بتا دیے میں نے انھیں گرہ میں باندھ لیا، پھر کیا ہوا؟ وہ کسی سے کہنے کی بات نہیں ہے۔

ایک مرتبہ آنکھ بنوانے کی غرض سے علی گڈھ تشریف لائے، عصر کے بعد میں حاضر ہوا، حضرت فرش پر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور لوگوں کا ہجوم تھا، مجھ کو حسب معمول اپنے قریب قالین پر بٹھا لیا، اب گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے پوچھا ڈاکٹر نے آنکھ کا معائنہ کیا؟ فرمایا: جی ہاں! معائنہ کیا اور کہتا ہے کہ آنکھ آپریشن کے لیے بالکل تیار ہے، پرسوں آپریشن ہو جائے گا" اس کے بعد فرمایا: "مگر ایک اشکال پیدا ہو گیا ہے" عرض کیا: "وہ کیا ہے؟" ارشاد ہوا: مولانا محمد منظور نعمانی کا خط آیا ہے اور اس پر علی میاں کی تصدیق بھی ہے کہ یہ ستمبر کا مہینہ آپریشن کے لیے ناموزوں ہے، آپ نومبر یا دسمبر میں کرائیں" یہ کہہ کر آپ نے خط منگوایا اور پڑھوا کر سنایا" اس وقت حاضرین سب خاموش تھے، آخر میں نے ہی جرأت

کو عرض کیا: حضرت! یہ بتائیے کہ آپ نے ڈاکٹر شکلا (ماہر امراض چشم) کے ہی یا مولانا نعمانی صاحب یہاں سکیں؟" ارشاد ہوا: "ڈاکٹر شکلا کا" میں نے گزارش کی: تو پھر آپ جس کے مریض ہیں بات اسی کی ماننی چاہیے، میرے یہ کہنے پر حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا: سبحان اللہ! کیا اچھی بات کہی ہے کہ آپ جس کے مریض ہیں اسی کی بات ماننی چاہیے" حضرت پر میرے اس قول کا اتنا اثر ہوا کہ دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد لوگوں کو خطاب کیا تو اس میں پھر میرا یہ قول دہرایا۔ ڈاکٹر کی رائے کے مطابق دو تین دن کے بعد آنکھ کا آپریشن ہوا اور خدا کے فضل و کرم سے بہر وجوہ کامیاب رہا۔

باخبر اصحاب کو معلوم ہے حضرت نے ایک رسالہ "فتنۂ مودودیت" کے نام سے تحریر فرمایا تھا، آپ نے ایک نسخہ میرے پاس بھی بھجوایا اور بینات میں تبصرہ کی خواہش فرمائی، حضرت کی خواہش میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی جس کی تعمیل ضروری تھی، لیکن دوسری طرف ارشاد نبوی: المستشار مؤتمن کا تقاضہ تھا کہ جو بات میں حق سمجھتا تھا اس کا برملا اظہار کروں، چنانچہ میں نے تبصرہ لکھا اور حضرت کی رائے سے اختلاف کا اظہار کیا، حضرت نے میرا موقف تسلیم کیا یا نہیں؟ اس کا علم تو نہ ہو سکا، البتہ مدینہ طیبہ سے آپ نے ایک مکتوب گرامی میں میری جرأت اظہار رائے کی داد دی اور دعائیں لکھیں، اس کے بعد بارہا خدمت میں حاضر ہوا ہوں مگر کیا مجال کہ حضرت کی غیر معمولی شفقت میں میں نے کوئی ادنیٰ سا تغیر بھی محسوس کیا ہو، اس سے بہت پہلے جماعت اسلامی ہی کے بارہ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مجھ کو اختلاف رہا تھا اور آپ کا بھی معاملہ یہی رہا بلکہ مجھے معلوم ہوا کہ مولانا کے ایک مرید نے میرے خلاف ایک سخت مضمون لکھا، مولانا کو اس کا علم ہوا تو مضمون نگار پر سخت خفا ہوئے اور مضمون تلف کرا دیا، عبرت کا مقام ہے، ایک یہ بزرگان دین تھے جو اپنے نیاز مندوں کے اختلاف رائے کو کس درجہ فراخ دلی سے انگیز کرتے تھے اور ایک